ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی

لاہور کی تاریخ کا ایک گمشدہ ورق

لاہور میں مسجد چینیاں والی واقع محلہ چابک سواراں ایک بہت اہم اور تاریخی مسجد ہے۔ یہ ۱۰۸۷ھ میں بعہدِ اورنگ زیب عالمگیر تعمیر ہوئی تھی۔ چونکہ مسجد کی دیواروں پر کاشی کاری کا بہت اعلیٰ کام ہوا ہے۔ جسے مقامی لوگ چینی کا کام کہتے ہیں۔ اس نسبت سے مسجد کا نام بھی مسجد چینیاں والی پڑ گیا ہے۔ جو آج بھی مشہور ہے۔ ویسے لاہور میں موچی دروازہ میں ایک اور بھی مسجد ہے جس پر یہ کام ہے اور جسے محمد صالح کمبوہ نے ۱۰۶۹ھ میں تعمیر کیا تھا۔ اسے بھی اسی وجہ سے اسی نام سے پکارتے ہیں مسجد چینیاں والی، محلہ چابک سواراں کے جنوب کی طرف مشہور حویلی میاں خاں ہے۔ جو نواب سعد اللہ خاں وزیراعلیٰ شاہجہاں کے صاحبزادے تھے۔ اس مسجد کی تاریخی حیثیت واضح ہے اور اتفاق سے راقم کا قدیم مکان جہاں پیدا ہوا اسی مسجد کے عقب میں واقع ہے۔ اور یہ مسجد اس وقت بھی اور آج بھی مسجد اہل حدیث کے نام سے مشہور ہے۔

میں نے اسی مسجد میں ابتدائی تعلیم حاصل کی تھی۔ غالباً ۱۹۰۵ء کا زمانہ تھا۔ جبکہ یہاں مولوی عبداللہ چکڑالوی مشہور اہل قرآن اس میں سکونت رکھتے تھے۔ اور وہ عموماً اپنی جسمانی کیفیت کی بنا پر چارپائی پر لیٹے رہتے تھے۔ اور اکثر دفعہ دیکھا کہ بعض طلبا اُن سے استفادہ کرتے اہل قرآن کے مسلک میں زیادہ تر چھتہ بازار لاہور کے کھوجے تھے۔ جو جوتوں کا کام کرتے تھے، جن کو میں خوب جانتا ہوں۔ مگر مولوی محمد عبداللہ چکڑالوی کا سب سے بڑا معتقد ایک شخص محمد چٹو بٹالوی تھا۔ جس کی دکان نزد نزہت میں اور رہائشی مکان محلہ کتیاں میں تھا۔ جن کے خاندان میں اس مسجد کی تولیت بھی چلی آئی تھی اور یہ شخص صاحب جائداد تو

تھا۔ لیکن کوئی خاص پڑھا لکھا نہ تھا۔

مسجد چینیانوالی جو اہلحدیث کی مسجد کہلاتی تھی۔ اس نے ذرا آگے محلہ سادھواں میں ایک مسجد پیر سید عبدالغفار اعلی اللہ مقامہٗ کی تھی جو احناف کی مسجد کی حیثیت سے اس مسجد اہل حدیث کی ضد تھی اور اسی مسجد پیر عبدالغفار سے ذرا آگے موچی دروازہ اور اکبری دروازہ کے آخر پر شیعوں کا محلہ تھا۔ اور اسی متذکرہ بالا محلہ چابک سواراں میں احمدی (قادیانی) مسلک کے لوگوں کا خاصا زور تھا غرضیکہ یہ تمام ماحول مذہبی اعتبار سے عجیب و غریب تھا۔ مگر ہم نے آج تک آپس میں کبھی کسی کو دوسرے پر طعن کرتے نہیں دیکھا۔ حالانکہ ۱۹۱۲ء کے بعد مولوی عبدالواحد غزنوی یہاں اس مسجد چینیاں والی میں بحیثیت امام مسجد امرتسر سے آ گئے تھے۔ یعنی آپس میں امن سے مل کر رہنے کا یہ جذبہ تھا۔ ورنہ متذکرہ بالا ماحول میں عبادت تو درکنار رہائش عذاب ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کے ہم خیال لوگوں یعنی اہل قرآن کو یہ خیال آیا۔ کہ ہمارے پاس بھی ایک الگ مسجد ہونی چاہیئے۔ سب سے پہلے متذکرہ بالا محمد چٹو بٹولی نے اپنی جائیداد واقع بازار سریاں والا میں سے ایک مکان اس نئی تجویز کردہ مسجد کے لیے وقف کر دیا اور اہل قرآن کے لیے اپنے خرچ سے نئی مسجد تعمیر کرنی چاہی۔ یہ مکان ایک مشہور چھبات (میرزا نوازش علی) کے ذرا اندر کر کے واقع تھا۔ وہ مکان باہر سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔ محمد چٹو نے اس مکان کو مسجد کے لیے وقف کرایا اور مسجد کی تعمیر کا ارادہ ظاہر کر دیا مگر میونسپل قانون کے تحت باقاعدہ منظوری کے بغیر کوئی نئی تعمیر نہیں ہو سکتی تھی۔

مسجد تعمیر کرنے کے لیے محمد چٹو نے ایک نقشہ مسجد کا بنوا کر میونسپل کمیٹی میں پیش کر دیا۔ غالباً ۱۹۱۰ کا واقعہ ہے اس زمانہ میں میونسپل کمیٹی کے سیکرٹری مشہور انگریز مسٹر ٹیپ تھے۔ جو لاہور میں کافی مشہور تھے۔ انہوں نے حسب قواعد اجازت دینے سے پہلے موقع کا معائنہ کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک اتوار کی صبح اسی مطلب کے لیے مقرر کر دی مسٹر ٹیپ وہی شخص تھے۔ جنہوں نے بحیثیت سیشن جج علم دین شہید کا ابتدائی مقدمہ سماعت کیا تھا۔ بہر حال اعلان ہو گیا کہ مسٹر ٹیپ صبح آٹھ بجے مسجد کی منظوری دینے کے لیے موقع دیکھنے کے لیے آئیں گے۔ شہر لاہور میں یہ خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ اور اتوار کے

روز صبح سے ہی عوام بازار سریاں والا میں جمع ہونے شروع ہو گئے تھے۔ راقم بھی محض اتفاقیہ اس بازار سے گذرا تو ہجوم دیکھ کر سہم گیا۔ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ دیکھتے دیکھتے ہجوم زیادہ ہوتا گیا نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہر طرف آدمیوں کا ایک سیلاب موجیں مارتا نظر آتا تھا۔ اور تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ ایک طرف تو لوگ دہلی دروازہ تک اور دوسری طرف بزازہٹہ پانی والے تالاب تک پھیلے ہوئے تھے۔ تو مبالغہ نہ ہوگا۔ اِدھر کشمیری بازار اور چوک وزیر خاں میں بھی لوگوں کی ٹولیاں موجود تھیں۔ غرضیکہ ہر طرف لوگوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہوئے تھے۔

آخر ساڑھے آٹھ بجے کے قریب یہ آواز آئی کہ مسٹر ٹیپ آ گیا ہے اور گھوڑے پر سوار وہ کیسرہٹہ بازار سے داخل ہو رہا ہے۔ وہ بذات خود اس قدر ہجوم دیکھ کر بہت متعجب ہوا۔ اس نے کسی طرح موقع پر پہنچ کر مسجد کا نقشہ پیش کرنے والے میاں محمد چٹو پٹولی کو طلب کیا۔ اس سے استفسار کیا کہ یہ نقشہ مسجد کی تعمیر کے لیے آپ نے پیش کیا ہے جس پر میاں چٹو نے اقرار کیا۔ لوگ بول اُٹھے کہ اجازت ہرگز نہیں ملنی چاہیئے۔ ورنہ فساد ہوگا۔ یہ مقام جائے فساد بن جائے گا۔ جس پر مسٹر ٹیپ نے کہا کہ یہ تمام لوگ جو آپ کے خلاف شور کر رہے ہیں۔ ان میں سے اپنے حامیوں اور اپنی جماعت کے لوگوں کو اپنے ہمراہ ایک طرف کر لو۔ مگر جب میاں چٹو نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک بھی میاں چٹو کے حامیوں میں سے آگے نہ آیا۔ جب مسٹر ٹیپ نے یہ دیکھا تو پھر اس نے میاں چٹو سے یوں کہا کہ آپ کی جماعت سے آپ کے ہمراہ کون ہے؟ اس پر میاں چٹو نے کہا کہ میں اور میری بیوی۔ مسٹر ٹیپ یہ حالات دیکھ کر معائنہ کر کے واپس چلا گیا۔ جس کے چند روز بعد معلوم ہوا کہ مسجد کی تعمیر کی اجازت نہیں ملی۔

لاہور میں اس وقت سے لے کر آج تک جو تقریباً ساٹھ سال کا عرصہ ہوتا ہے میرے خیال میں یہ مکان اسی طرح پڑا ہے۔ اگرچہ اس میں وضو کے لیے پانی کا انتظام ضرور ہے۔ مگر باقاعدہ عمارت کی کس نظر آتی ہے۔ چند لوگ اہل قرآن غالباً جمعہ کے روز یہاں جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن اہل لاہور نے یہ مسجد تعمیر نہیں ہونے دی۔ البتہ اسے ایک مدرسہ اہل الذکر والقرآن بازار سریا نوالہ کے نام سے ضرور استعمال کیا گیا جیسا کہ یہاں ایک رسالہ اشاعت القرآن کے نام سے "ابو عیسیٰ حشمت العلی" تلمیذ یا معتقد

مرحوم مولوی عبداللہ چکڑالوی نکالتے رہے۔ اتفاق سے اس وقت میرے سامنے اس رسالہ کی اشاعت جنوری ۱۹۰۲ء ہے۔ ان مولوی صاحب کو میں انہی ایام میں حضرت علامہ اقبال کی خدمت میں بھی بعض دینی امور سے متعلق استصواب کے لیے لے گیا تھا۔ پھر اس کے بعد میں نے مزید معلومات کے لیے خواجہ احمد دین کو امرتسر لکھا۔ چنانچہ وہ آپ سے آکر ملے تھے۔

اس مکان کے متصل عقب میں طویلہ شاہنواز کا حصہ ملحق ہے۔ جس کا ماتھا بازار سریانوالہ میں ہے۔ آج تک یہ پتہ نہ چلا کہ شاہنواز کون تھے۔ میرا خیال ہے یا تو یہ شخص حیات اللہ عرف شاہنواز بن زکریا خاں بن نواب عبدالصمد خاں تھا۔ یا یہ شخص شاہ نواز صمصام الدولہ مصنف مآثر الامراء کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر دو کا تعلق لاہور سے اسی زمانہ میں رہا ہے!

یہ یاد رہے کہ لاہور کی تاریخ سے عجیب وغریب واقعات اور اشخاص وابستہ ہیں۔ خاص کر مساجد کی تاریخ تو بہت ہی عجیب وغریب ہے۔

۔ خاص کر مجھے ہٹہ صاف ہوا تو یہ بے شمار قدیم مساجد خود بخود واضح ہو گئیں جو ہندوؤں کے قبضہ میں تھیں جن کی الگ ایک داستان ہے!

بقیہ:۔ حاکمیت کا اسلامی تصوّر

اسلام میں نمائندگی کا یہ تصوّر بھی موجود نہیں، اسلام میں ہیئت مقتدرہ، حاکمیّت اعلیٰ یعنی اللہ تعالیٰ کی نمائندہ ہوتی ہے اور اس نمائندگی سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتی اور دوسرے لوگوں سے تعمیل کراتی ہے وہ اسی ضمن میں خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ سمجھتی ہے۔

عوامی حاکمیّت کا نظریہ خود اپنی ساخت میں تضاد کا مظہر ہے۔ عوام جو کسی ہیئت مقتدرہ یا حاکم یا حاکموں کی موجودگی میں بہرحال محکوم ہوتے ہیں۔ حاکمیّت کا مظہر نہیں بن سکتے اس بات کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اختیار تفویض کرنے والا تفویضِ اختیارات کے باوجود بے اختیار نہیں ہوتا۔ اور اس کا بااختیار رہنا اُسے محکومیّت کے زمرے سے الگ رکھتا ہے۔ اگر حاکمیت عوام کا وصف ہے تو ان میں محکومیّت کا متضاد وصف جمع نہیں ہو سکتا، حاکمیت اور محکومیت کے دو متضاد اوصاف کا ایک ذات میں جمع کر دینا اہلِ مغرب کی کج فکری کا واضح ثبوت ہے۔ فکرِ سلیم کے حامل مسلمان اس تصوّر یا نظریے کے کس طرح